بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ

ISSN 2754 267X

انٹرنیشنل

مئی ۲۰۲۲ء

رمضان / شوال۔۱۴۴۳ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؑ مُدعی نبُوت نہیں مجدّدِ صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیر
شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔ علم اور معرفت الٰہی کے ذرائع کیا ہیں (اسلامی اصول کی فلاسفی قسط۔۳۰) ۲

۲: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔ حضرت مرزا صاحب کا علم اپنی فیض رسانی میں بے مثال ہے۔ ۴

۳: کلام علوی۔ وقتِ مسیحا ۸

۴: فرق۔شاہد عزید ۸

اعلانات

سالانہ تربیتی کورس

۱۷ جولائی تا ۲۳ جولائی

کورس میں شمولیت کی رجسٹریشن کے لئے جنرل سیکریٹری صاحب احمدیہ انجمن لاہور سے رابطہ کریں۔

یومِ وفات حضرت مسیح موعودؑ

۲۶ مئی حضرت مرزا غلام احمدؒ صاحب کا یوم وصال ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ سلسلہ بیعت اللہ کے خاص الہام سے قائم کیا جارہا ہے۔ اپنا احتساب کریں اور دیکھیں کہ آپ نے الہام سے قائم شدہ سلسلہ کی کیا خدمت کی ہے؟

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰-Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ-انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ Pure Discussions WhatsApp Group

عیدین-انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔قسط۔۳۰صفحہ ۱۳۹تا۱۴۴)

مُرتب ارشد علوی

حضرت مسیح موعودؑ اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں۔

پانچواں سوال کہ علم اور معرفت الٰہی کے ذرائع کیا ہیں

اس سوال کے جواب میں واضح ہو۔ کہ اس بارے میں جس قدر قرآن شریف نے مبسوط طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اس کے ذِکر کرنے کی تو اس جگہ کسی طرح گنجائش نہیں لیکن بطور نمونہ کسی قدر بیان کیا جاتا ہے۔ سو جاننا چاہئے کہ قرآن شریف نے علم تین قسم پر قرار دیا ہے۔

(۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔ جیسا کہ ہم دُھوئیں سے آگ کے وجود پر استدلال کرتے ہیں ہم نے آگ کو دیکھا نہیں مگر دھوئیں کو دیکھا ہے کہ جس سے ہمیں آگ کے وجود پر یقین آیا۔ سو یہ علم الیقین ہے اور اگر ہم نے آگ کو ہی دیکھ لیا ہے تو یہ بموجب بیان قرآن شریف علم کے مراتب میں سے عین الیقین کے نام سے موسوم ہے۔ اور اگر ہم بھی اس آگ میں داخل ہوگئے ہیں تو اس علم کے مرتبہ کا نام قرآن شریف کے بیان کی رُو سے حق الیقین ہے۔ سورہ الھاکم التکاثر اب دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ناظرین اس موقع سے اس تفسیر کو دیکھ لیں۔

اب جاننا چاہئے کہ پہلی قِسم کا جو علم ہے یعنی علم الیقین۔ اس کا ذریعہ عقل اور منقولات ہیں، اللہ تعالیٰ دوزخیوں سے حکایت کرکے فرماتا ہے۔ قَالُوْا لَوْکُنَّانَسْمَعُ اَوْنَعْقِلُ مَاکُنَّافِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۔ (الملک:۱۰)۔ یعنی دوزخی کہیں گے کہ ہم عقلمند ہوتے اور مذہب اور عقیدہ کو معقول طریقوں سے آزماتے یا کامل عقلمندوں اور محققوں کی تحریروں اور تقریروں کو توجہ سے سنتے تو آج دوزخ میں نہ پڑتے۔ یہ آیت اس دوسری آیت کے موافق ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ (البقرۃ:۲۸۶) یعنی خُدائے تعالیٰ اِنسانی نفوس کو ان کی وُسعت علمی سے زیادہ کسی بات کو قبول کرنے کے لئے تکلیف نہیں دیتا اور وہی عقیدے پیش کرتا ہے جن کا سمجھنا انسان کی خُدا

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ’اُس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں‘‘۔ ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی‘۔

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیّع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ’اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے‘۔

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

داد استعداد میں داخل ہے۔ تااُس کے حکم تکلیف مالایطاق میں داخل نہ ہوں اور ان آیات کا اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کانوں کے ذریعہ سے بھی علم الیقین حاصل کر سکتاہے۔ مثلاً ہم نے لنڈن تو نہیں دیکھا۔ صرف دیکھنے والوں سے اس شہر کا وجود سُناہے۔ مگر کیا ہم شک کرسکتے ہیں کہ شاید ان سب نے جھوٹ بول دیاہو گا، یامثلاً ہم نے عالمگیر بادشاہ کازمانہ نہیں پایااور نہ عالمگیر کی شکل دیکھی ہے۔ مگر کیا ہمیں اس بات میں کچھ بھی شبہ ہے کہ عالمگیر چغتائی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔ پس ایسایقین کیوں حاصل ہوا۔ اِس کاجواب یہی ہے کہ صرف سماع کے تواتر سے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ سماع بھی علم الیقین کے مرتبہ تک پہنچاتاہے۔ نبیوں کی کتابیں اگر سلسلہ سماع میں کچھ خلل نہ رکھتی ہوں وہ بھی ایک سماعی علم کاذریعہ ہیں۔ لیکن اگر ایک کتاب آسمانی کتاب کہلاکر پھر مثلاً پچاس ساٹھ نسخے اس کے پائے جائیں۔ اور بعض بعض کے مخالف ہوں۔ توگو کسی فریق نے یقین بھی کر لیاہو کہ ان میں سے صرف دوچار صحیح ہیں، اور باقی جعلی اور وضعی۔ لیکن محقق کے لئے ایسایقین جوکسی کامل تحقیقات پر مبنی نہیں۔ بے ہودہ ہو گا۔ اور نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ سب کتابیں اپنے تناقض کی وجہ سے ردّی اور ناقابلِ اعتبار قرار دی جائیں گی۔ اور ہر گز جائز نہیں ہو گا۔ کہ ایسے متناقض بیانات کوکسی علم کاذریعہ ٹھہرایاجائے کیونکہ علم کی یہ تعریف ہے کہ ایک یقینی معرفت عطا کرے اور مجموعہ متناقضات میں یقینی معرفت کاپایاجاناممکن نہیں۔

اس جگہ یادرہے قرآن شریف صرف سماع کی حدتک محدود نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اِنسانوں کے سمجھانے کے لئے بڑے بڑے معقول دلائل ہیں۔ اور جس قدر عقائد اوراصول اوراحکام اس نے پیش کئے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا امر نہیں جس میں زبردستی اور تحکم ہو۔ جیسا کہ اس نے خود فرمادیاہے کہ یہ سب عقائد وغیرہ انسان کی فطرت میں پہلے سے منقوش ہیں اور قرآن شریف کانام ذکر رکھاہے۔ جیساکہ فرماتاہے۔ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ ۔(الانبیاء:۵۰) یعنی یہ قرآن بابرکت کوئی نئی چیز نہیں لایا، بلکہ جوکچھ انسان کی فطرت اور صحیفہ ٕ قدرت میں بھرا پڑاہے۔ اس کو یاد دلاتاہے اور پھر ایک جگہ فرماتاہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۛ ۔ (البقرۃ:۲۵۶)یعنی یہ دین کوئی بات جبر سے منوانا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہر ایک بات کے دلائل پیش کرتاہے۔ ماسوااس کے قرآن میں دِلوں کوروشن کرنے کے لئے ایک رُوحانی خاصیّت بھی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتاہے۔شِفَاۗءٌ ڏ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ ۔(یونس:۵۷)یعنی قرآن اپنی خاصیّت سے تمام بیماریوں کو دُور کرتا ہے۔ اس لئے اس کو منقولی کتاب نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کے معقول دلائل اپنے ساتھ رکھتاہے اورایک چمکتاہوانور اس میں پایاجاتاہے۔

ایساہی عقلی دلائل جو صحیح مقدمات سے مستنبط ہوئے ہوں بلاشبہ علم الیقین تک پہنچاتے ہیں۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہ ٗ آیات مندرجہ ذیل میں اشارہ فرماتاہے۔ جیساکہ وہ کہتاہے۔اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آلِ عمران:۱۹۰-۱۹۱)۔یعنی جب دانشمند اور اہلِ عقل انسان زمین اور آسمان کے اجرام کی بناوٹ پر غور کرتے اور رات دن کی کمی بیشی کے موجبات اور علل کو نظر عمیق سے دیکھتے ہیں۔ انہیں اس نظام پر نظر ڈالنے سے خُدا تعالیٰ کے وجوُد پر دلیل ملتی ہے۔ پس وہ زیادہ انکشاف کے لئے خُدا سے مدد چاہتے ہیں۔ اوراس کو کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر اور کروٹ پر لیٹ کر یاد کرتے ہیں جس سے ان کی عقلیں بہت صاف ہوجاتی ہیں۔ پس جب وہ ان عقلوں کے ذریعہ سے اجرامِ فلکی اورزمینی کی بناوٹ احسن اوراولیٰ میں فکر کرتے ہیں۔ توبے اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ ایسا نظام ابلغ اور محکم ہرگز باطل اوربے سود نہیں بلکہ صانع حقیقی کاچہرہ دکھلا رہاہے۔ پس وہ الوہیت صانع عالم کااقرار کر کے یہ مناجات کرتے ہیں یاالہٰی تواس سے پاک ہے کہ کوئی تیرے وجود سے انکار کر کے نالائق صفتوں سے تُجھے موصوف کرے۔ سوتُو ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔ یعنی تجھ سے انکار کرناعین دوزخ ہے۔ اور تمام آرام اورراحت تجھ میں اور تیری شناخت میں ہے۔ جوشخص کہ تیری سچی شناخت سے محروم رہا۔ وہ درحقیقت اسی دنیامیں آگ میں ہے۔

اِنسانی کانشنس بھی عِلم کاذریعہ ہیں:

ایساہی ایک علم کاذریعہ انسانی کانشنس بھی ہے جس کانام خُداکی کتاب میں انسانی فطرت رکھاہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتاہے۔۔۔فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔(الروم:۳۰)یعنی خُداکی فطرت جس پرلوگ پیداکئے گئے ہیں۔ اوروہ نقش فطرت کیاہے؟ یہی ہے کہ خُداکو وحدہ ٗ لاشریک، خالق الکل مرنے اور پیداہونے سے پاک سمجھنا۔ اورہم کانشنس کوعلم الیقین کے مرتبہ تک اس لئے کہتے ہیں کہ گوبظاہر اس میں ایک علم سے دوسرے علم کی طرف انتقال نہیں پایاجاتا۔ جیساکہ دھوئیں کے علم سے آگ کے علم کی طرف

انتقال پایا جاتا ہے۔ لیکن ایک قسم کے باریک انتقال سے یہ مرتبہ خالی نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز میں خُدا نے ایک نامعلوم خاصیت رکھی ہے جو بیان اور تقریر میں نہیں آسکتی۔ لیکن اس چیز پر نظر ڈالنے اور اس کا تصوّر کرنے سے بلاتوقف اس خاصیت کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔ غرض وہ خاصیت اس وجود کو ایسی لازم پڑی ہوئی ہے۔ جیسا کہ آگ کو دھواں لازم ہے۔ مثلاً جب ہم خُدا تعالیٰ کی ذات کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ کیسی ہونی چاہئے آیا خُدا ایسا ہونا چاہئے کہ ہماری طرح پیدا ہوا ور ہماری طرح دُکھ اُٹھاوے اور ہماری طرح مرے تو معاً اس تصور سے ہمارا دِل دُکھتا اور کانشنس کانپتا ہے اور اس قدر جوش دکھلاتا ہے کہ گویا اس خیال کو دھکے دیتا ہے اور بول اٹھتا ہے کہ وہ خُدا جس کی طاقتوں پر تمام امیدوں کا مدار ہے۔ وہ تمام نقصانوں سے پاک اور کامل اور قوی چاہئے اور جب ہی کہ خُدا کا خیال ہمارے دل میں آتا ہے معاً توحید اور خدا میں دھوئیں اور آگ کی طرح بلکہ اس سے بہت زیادہ ملازمت تامہ کا احساس ہوتا ہے۔ لہٰذا جو علم ہمیں ہمارے کانشنس کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ علم الیقین کے مرتبہ میں داخل ہے۔ لیکن اس پر ایک اور مرتبہ ہے جو عین الیقین کہلاتا ہے اور اس مرتبہ سے اس طور کا علم مراد ہے کہ جب ہمارے یقین اور اس چیز میں جس پر کسی نوع کا یقین کیا گیا ہے کوئی درمیانی واسطہ نہ ہو۔ مثلاً جب ہم قوت شامہ کے ذریعہ سے ایک خوشبو یا بدبو کو معلوم کرتے ہیں اور یا ہم قوت ذائقہ کے ذریعہ سے شیریں یا نمکین پر اطلاع پاتے ہیں یا قوت حاسہ کے ذریعہ سے گرم یا سرد کو معلوم کر لیتے ہیں تو یہ تمام معلومات ہمارے عین الیقین کی قسم میں داخل ہیں۔ (جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔)(فہرست مضامین)

خطبہ حضرت مولانا محمد علیؒ۔ ۱۶ صفر ۱۳۵۵ھ ۸ مئی ۱۹۳۶ء

حضرت مرزا صاحب کا علم اپنی فیض رسانی میں بے مثال ہے۔
حضرت مولانا محمد علیؒ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیٰناؒ نے آیت ذیل تلاوت کی:

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۔ (۲۰:۱۱۳)

ترجمہ: ”اور اِسی طرح ہم نے اسے قرآن عربی اُتارا اور اس میں طرح طرح سے ڈرانے کی باتوں کو بیان کیا ہے تاکہ وہ (بُری راہوں سے) بچیں بلکہ یہ ان کے لئے بڑائی پیدا کرے گا۔“

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دُعا سکھلائی ہے۔ کہ یوں دُعا کیا کرو۔ اے میرے رَبّ! میرے علم کو بڑھاتا رہ۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دُعا کیا کرتے تھے۔ جو حدیث میں یوں مذکور ہے۔ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا (اے اللہ! مجھے اس سے نفع پہنچا جو تو نے مجھے علم دیا ہے۔ اور مجھے وہ علم دے جو مجھے نفع دے اور میرا علم بڑھا) یہاں حضورؐ نے زیادتی علم کی خواہش کے ساتھ ایک اور خواہش کا بھی اظہار فرمایا ہے کہ اے اللہ! جو علم تو نے مجھے دیا ہے، اسے نفع کا موجب بنا اور مجھے ایسا علم عطا کر جو نفع پہنچائے۔ اور دراصل حقیقی علم وہی ہوتا ہے، جو نفع پہنچانے والا ہو۔ میں نے ایک دو گذشتہ خطبوں میں ذکر کیا تھا کہ مجدد وہ ہو سکتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے۔ اور وہ علم معترضین کے کہنے کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہئے، جو لوگوں کے فائدہ کا موجب ہو۔ حضرت مجدد صد چہار دہم کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم الشان علم دیا، وہ فائدہ رسائی میں بے مثال ہے۔

علم ایک زبردست طاقت ہے:

دراصل علم ایک طاقت ہے۔ یا علم سے ایک بڑی طاقت انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں قرآن کریم میں آدمؑ کا ذکر آیا ہے اور وہ دراصل انسان ہی کا ذکر ہے، وہاں یہی بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو علم دیا اور اس کے بعد فرمایا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا (۲:۳۴) (اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو، تو انہوں نے فرمانبرداری کی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان علم حاصل کر لیتا ہے، تو اس کے اندر ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ فرشتے بھی اس کے فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کی عظیم الشان علمی طاقت:

سب سے پہلی بات جو ہم کو اس زمانہ کے امام مرزا غلام احمد صاحب میں نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس علم نے، جو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا، آپ کے اندر ایسی زبردست طاقت پیدا کر دی، کہ آپ مخالفین سے چومکھی لڑائی لڑتے تھے۔ مگر ایک پہاڑ کی طرح مضبوط تھے۔ چاروں طرف بیک وقت جنگ کی۔ کوئی ایسی طرف نہ تھی، جہاں سے حملہ نہ ہو رہا ہو۔ عیسائیت، آریہ سماج اور برہمو سماج یہ تین گروہ تو خاص طور پر سامنے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر مذاہب بھی تھے اور

مسلمانوں نے بھی آپ کی نہایت خطرناک مخالفت کی۔ لیکن اس چومکھی لڑائی سے آپ کے دل میں ذرہ بھر بھی گھبراہٹ پیدا نہ ہوئی۔ اور آپ نے تمام مخالفین کا نہایت کامیابی سے مقابلہ کیا۔ اس شجاعت اور مستقل مزاجی کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے اندر علم کی وجہ سے ایک بے مثال طاقت پیدا ہو گئی تھی۔

اخبار "مجاہد" کی افسوس ناک غلط بیانی:

آج ہی کے اخبار "مجاہد" میں حضرت مسیح موعود کے ایک میموریل کا ذکر ہے، جو آپ نے ایک عیسائی کی کتاب "اُمہات المؤمنین" کے متعلق حکومت پنجاب کو بھیجا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے اس اخبار میں نہایت افسوس ناک غلط بیانی کی گئی ہے۔ دراصل قصہ یہ ہے کہ یہ کتاب ایک عیسائی احمد شاہ نے، جو پہلے مسلمان تھا، لکھی تھی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نہایت گندی کتاب تھی۔ اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر نہایت ناپاک حملے کئے گئے تھے۔

یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس زمانہ میں عیسائیوں کا وطیرہ ہی یہی تھا کہ ایسی کتابیں لکھی جاتیں، جن کو پڑھ کر مسلمان اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بدظن ہو جائیں۔ انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ عیسائیت میں تو کوئی جذب اور کشش نہیں، جو مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ سکے، اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ وہ بکثرت ایسی کتابیں شائع کرتے تھے، جن میں غلط باتوں اور فرضی الزامات سے اسلام کی پاکیزہ تصویر اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال زندگی کو بگاڑ کر پیش کیا جاتا تھا۔

انجمن حمایت اسلام کے میموریل سے حضرت مسیح موعود کا اختلاف:

اس کتاب کے شائع ہونے پر مسلمانوں میں بے چینی پیدا ہوئی۔ اور انجمن حمایت اسلام لاہور نے ایک میموریل حکومت پنجاب کو بھیجا، جس میں اس کتاب کو ضبط کرنے کی استدعا کی۔ بے شک یہ فعل غیرت اسلامی کی وجہ سے تھا، لیکن حضرت مسیح موعود نے ایک اور نقطۂ خیال سے اس میموریل کی مخالفت کی۔ اور اس قدر کی کہ اس کے مقابل ایک میموریل گورنر پنجاب کو بھیجا۔ اور اس میں صاف لکھا کہ اس کتاب کو ضبط کرنے کی استدعا کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ ہم اسلام کی طرف سے ایسی کتابوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ حالانکہ ان کا دندان شکن جواب دیا جا سکتا ہے۔ اس میموریل میں آپ نے بار بار لکھا کہ اس کتاب کی اشاعت کافی ہو چکی ہے۔ عیسائیوں نے اس کے بہت سے نسخے مفت تقسیم کئے ہیں۔ اگر یہ کتاب ضبط ہو گئی، تو ہم اس قابل بھی نہیں رہیں گے کہ اس کے ضروری حصے نقل کر کے جواب دیں۔ غرض آپ نے لکھا کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کتاب کو ضبط کرانے کی بجائے، اس کا جواب دیں۔ اور جب ہمارے پاس وہ دلائل اور واقعات موجود ہیں، جن سے اس کتاب کے اعتراضات کو غلط اور جھوٹا ثابت کیا جا سکتا ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ جواب دینے کی بجائے دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے!

میں نے اس بات کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا ہے۔ کہ اخبار "مجاہد" میں اس کے متعلق جو مضمون چھپا ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے آتھم کے ساتھ جو مباحثہ کیا تھا، اس سے چڑ کر عیسائیوں نے یہ کتاب لکھی تھی۔ حالانکہ "اُمہات المومنین" کے ٹائیٹل پر اس کا مصنف صاف الفاظ میں لکھتا ہے کہ یہ کتاب مولوی محمد حسین بٹالوی کی تحدّی اور ایک ہزار روپے کے اعلان پر لکھی جاتی ہے۔ اور یہ بات ایسی نہ تھی جو "مجاہد" کے لکھنے والے کو معلوم نہ ہو۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے اس کا ذکر صاف الفاظ میں اپنے میموریل کے شروع میں بھی کیا ہے۔ اس میموریل کے شروع میں، جسے "مجاہد" میں نقل کیا گیا ہے۔ لیکن کس قدر بے ایمانی اور بے اصولا پن ہے کہ اسی فقرہ کو، جس میں یہ ذکر تھا کہ یہ کتاب مولوی محمد حسین بٹالوی کے جواب میں لکھی گئی ہے، عمداً حذف کر دیا ہے۔ اور یہ بات بنائی ہے کہ یہ کتاب حضرت صاحب کے آتھم سے مباحثہ کا نتیجہ ہے۔ اس قدر دلیری کے ساتھ بے ایمانی پر تعجب آتا ہے۔ اس سے صاف نظر آتا ہے کہ حضرت صاحب کو بدنام کرنے میں نہ ان لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف ہے، نہ جھوٹ بولنے کی پرواہ ہے۔

یہ عجیب اور قابل غور بات ہے کہ حضرت مسیح موعود نے دس دس ہزار روپے کے انعامی اعلانات کئے، مگر کسی مخالف کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن کوئی دوسرا شخص تحدّی اور صرف ایک ہزار روپے انعام کا اعلان کرتا ہے، تو اس کے جواب میں یہ گندی کتاب لکھی جاتی ہے۔ افسوس! یہ لوگ واقعات پر غور نہیں کرتے۔ ان کے ہاتھ میں جھوٹ کے سوا اور کوئی ہتھیار نہیں۔

حضرت مرزا صاحب کے علم کی فیض رسانیاں:

کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے علم سے کس کو فائدہ پہنچا؟ اگر کوئی کوئیں کے مینڈک کی طرح باہر کی دنیا کو نہ دیکھے، تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔

معترضین ذرا دُنیا پر نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ حضرت مرزا صاحب کے علم کی نفع رسانی کا سلسلہ کہاں کہاں تک جاری ہے! اگر ایک شخص کے پاس علم نافع موجود بھی ہو، تو یہ اس کی طاقت میں نہیں ہوتا کہ وہ اسے لوگوں تک پہنچا دے اور وہ اس سے فائدہ بھی اُٹھائیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو علم نافع دیا۔ اور اس کے ساتھ ایسے سامان بھی عطا کئے، جن کے ذریعے یہ علم پھیل گیا اور پھیل رہا ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ اس چھوٹی سی جماعت کے ذریعہ انگریزی ترجمۃ القرآن کی تیس ہزار کاپیاں اور قرآن کریم کے ڈچ ترجمے کی پانچ ہزار کاپیاں دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئیں۔ شیخ محمد یوسف صاحب نے قادیان میں ہندی اور گورمکھی میں قرآن کریم کے جو ترجمہ کئے ہیں، وہ اس کے علاوہ ہیں۔ آخر وہ بھی حضرت مرزا صاحب کی جماعت کے ذریعہ ہی ہوئے۔ ہمارے انگریزی اور ڈچ تراجم اور دوسرے لٹریچر کے متعلق دنیا کے مختلف گوشوں سے جو خطوط آئے ہیں، اور آتے رہتے ہیں، ان سے حضرت مرزا صاحب کے علم کی فیض رسانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

معترضین اپنے پیش کردہ مجددوں کے متعلق بتائیں:

ذرا سوچنے والی بات ہے کہ ابھی حضرت مرزا صاحب کی وفات کو صرف ۲۸ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ اور اس عرصہ میں جماعت احمدیہ لاہور کے لٹریچر کا تیس مختلف مشرقی اور مغربی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ان کے مقابل جن کو مجدد کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے یعنی سید نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم کے متعلق ذرا بتلایا جائے کہ ان کے علم کا نفع کس کس کو اور کہاں کہاں پہنچا؟ معترضین کی عقلوں پر حیرت ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک جو مجدد ہوئے، ان کا علم تو کوزے میں بند پانی کی طرح پڑا رہا۔ اس سے کسی کی پیاس نہ بجھی۔ اور جس کو وہ لوگ نعوذ باللہ کافر، کاذب اور دجال کہتے ہیں، اس کا علم دریا کی لہروں کی طرح دنیا کے بے شمار حصوں اور گوشوں کو سیراب کر رہا ہے۔ اگر کوئی انصاف کی نگاہ سے دیکھے، تو اس کو نظر آجائے گا کہ حضرت مرزا صاحب کے علم کی فیض رسانیاں اس قدر وسیع ہیں کہ اس اُمت میں کسی مسلمہ بزرگ کے علمی فیوض اس قدر وسیع نہ تھے!

غیر مسلموں کے اعتراضات:

جن لوگوں کے دماغ ہیں، وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ احمدیت کی بدولت اسلام کا قدم ان حدود سے آگے نکل چکا ہے، جو انہوں نے اپنے زعم میں اسلام کے لئے مقرر رکھی تھیں۔ اور ان کا یہ خیال تھا کہ ان حدود سے اسلام کبھی تجاوز نہیں کر سکتا۔ لیکن اب ان کو نظر آرہا ہے کہ احمدیت نے اسلام کو ان حدود سے بھی آگے گزار دیا ہے۔ اور اس کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے، جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ یورپین مصنفین نے، جن کی نظر نہایت فلسفیانہ ہے، اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ہمارے سوئے ہوئے فلسفی، جن کی قوت عمل بیکار ہو چکی ہے، ان باتوں کو کس طرح دیکھیں!

دشمنان اسلام پر حضرت مرزا صاحب کے علم کا اثر:

میں تو کہتا ہوں کہ اسلام کے اشد ترین مخالفین تک بھی حضرت مرزا صاحب کے علم کا اثر پہنچا ہے۔ یہ پادری، جن میں سے ایک کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے، یعنی کتاب "امہات المومنین" کے مصنف کا۔ ایک وقت تھا کہ یہ لوگ اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ترین توہین کرتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے ان کے مقابلہ پر قلم اُٹھایا اور بتایا کہ تم تو ہمارے آقا و مولاؐ پر غیر معتبر کتابوں کی بناء پر اعتراض کرتے ہو، لیکن ہم تمہارے یسوع کی تصویر تمہاری الہامی کتاب سے دکھاتے ہیں۔ ذرا اس کو دیکھو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں کو اپنا طرز عمل بدلنا پڑا۔ جس کتاب کے ضبط کرانے کے لئے انجمن حمایت اسلام کو کبھی میموریل بھیجنا پڑا تھا، ویسی کتابوں کا آج نشان تک بھی نہیں ملتا۔ اب ہمارے مسلمان بھائی حضرت صاحب کے اس طریق عمل پر بھی معترض ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیحؑ کی تصویر انجیلوں سے نکال کر کیوں عیسائیوں کے سامنے رکھی!

دوسرے خادمانِ اسلام کو بھی یہی طرز عمل اختیار کرنا پڑا:

اصل بات یہ ہے کہ جس کسی کو بھی دشمنانِ اسلام کے مقابلہ پر نکلنا پڑا، اس نے یہی طریق اختیار کیا۔ مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم اور بعض دوسرے خادمان اسلام کی مثالیں موجود ہیں۔ جب عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت زینبؓ سے نکاح کرنے پر اعتراض کیا، تو مولوی رحمت اللہ صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ تم تو یہ بھی مانتے ہو کہ داؤد اوریاہ کی جورو سے زنا کر کے نبی ہو سکتا ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے متبنّٰی کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے پر کیا اعتراض ہے؟ یہ طریق عمل صرف ایک وقتی علاج کے طور پر تھا، جو عیسائیوں کی بدزبانی کو روکنے کے لئے اختیار کیا گیا۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ عیسائیوں کو اسلام کے خلاف اپنا طریق بدلنا پڑا۔

پادری کریمر کا اعتراف:

ہالینڈ کے مشہور پادری کریمر نے یہاں لاہور میں میرے سامنے اعتراف کیا کہ عیسائیوں نے اسلام اور بانی اسلام پر جو حملے کئے ہیں، تم لوگوں نے اس کا جواب ترکی بہ ترکی دیا۔ اس لحاظ سے تمہارا طرز عمل منصفانہ ہے۔ بعض وقت ذرا سختی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا کا مامور اس کو سمجھتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی عیسائیوں کے مقابلے میں ضرورت کے وقت ذرا سختی سے کام لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج کل محاذ بالکل صاف ہو گیا۔ عیسائی مشنری اپنا طرز عمل بدلنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ جو وطیرہ کبھی عیسائیوں نے اسلام کے خلاف اختیار کیا تھا، وہی آج ان معترضین نے احمدیت کے خلاف اختیار کر رکھا تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ لوگ اب سنبھل جائیں گے، یا ہمیں بھی ان کی اصلاح کے لئے وہی ہتھیار اختیار کرنا پڑے گا۔

جو وطیرہ کبھی عیسائیوں نے اسلام کے خلاف اختیار کیا تھا، وہی آج ان معترضین نے احمدیت کے خلاف اختیار کر رکھا تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ لوگ اب سنبھل جائیں گے، یا ہمیں بھی ان کی اصلاح کے لئے وہی ہتھیار اختیار کرنا پڑے گا۔

معترضین کا ایک اور بے معنی اعتراض:

معترضین کہتے ہیں کہ کسی کے علم سے عوام کو فائدہ پہنچے تو معمولی بات ہے۔ علماء کو فائدہ پہنچنا چاہئے۔ حضرت مرزا صاحب کے علم سے علماء کو کیا فائدہ پہنچا؟ وہ اس بات کو اپنی طرف سے ایک مضبوط دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے اس زمانہ کے علماء نے کیا فائدہ اُٹھایا؟ آخر اس زمانہ میں بھی بڑے بڑے یہودی عالم موجود تھے، جن کے متعلق قرآن کریم نے کہا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (۶۲:۵) (گدھے کی مثال کی طرح ہے (جو) کتابیں اُٹھاتا ہے) حدیث نبویؐ میں ایک زمانہ کے علماء اسلام کو (اور ہمارے نزدیک یہی وہ زمانہ ہے) شَرٌّ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ (آسمان کے نیچے بدترین مخلوق) کہا گیا ہے۔ مجدّد کے علم سے ان لوگوں کو کیا فائدہ پہنچے، جو حد سے گزر گئے ہیں!

حضرت مرزا صاحب کے علم سے معترضین نے بھی فائدہ اُٹھایا:

میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے بھی مجدّد وقت کے علم سے فائدہ اُٹھایا۔ ان میں سے جن چند شخصوں کو (کیونکہ عام طور پر یہ علماء مسلمانوں کو تباہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں) عیسائیوں اور آریہ سماج کے مقابلہ پر کھڑا ہونا پڑا ہے، انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے علم سے فائدہ اُٹھایا۔ اور آریہ سماج، عیسائیت کے خلاف اور دیگر اعداء اسلام کے مقابلہ پر آپ کی مناظرانہ تحریروں کو استعمال کیا۔

حضرت مرزا صاحب کے علم کا کمال:

اصل حقیقت یہ ہے کہ مجدّد اور مامور کے علم کا یہ کمال ہوتا ہے کہ اُمیوں کو عالم اور معلم بناتا ہے۔ عہد اسلامی کو دیکھو۔ عرب کے جاہل بدو چند سالوں میں نہ صرف اخلاق کے بلکہ تمام علوم اور سائینسوں کے معلم بن گئے۔ امام وقت کے پاس جو لوگ آ کر بیٹھے، انہوں نے بھی ان کے اندر علم بھر دیا۔ نیک کے پاس بیٹھ کر انسان اس سے دلی تعلق اور روحانی فیض سے نیک بن سکتا ہے۔ مگر علم اکتسابی چیز ہے۔ یہ کوشش سے ملتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا یہ کمال ہے کہ جو لوگ آپ کے پاس آ کر بیٹھے، ان کے اندر آپ نے نیکی اور جوش دینی کے علاوہ علم بھی بھر دیا۔ انہی انگریزی خواں لوگوں کو لے لو، جن کے خیالات یورپ کی تعلیم کی وجہ سے پلٹے ہوئے ہیں، ان لوگوں میں سے ایک چھوٹا سا گروہ حضرت مرزا صاحب کے قدموں میں جا بیٹھا۔ اور حامل علم قرآن بن گیا۔ مجدد وقت کی نگاہ کیمیا اثر کا ان پر یہ اثر ہوا کہ وہ دین کے عاشق تو بنے ہی تھے، عالم بھی بن گئے۔ اور وہ اس قدر علوم اسلامی اور قرآنی علوم پھیلاتے ہیں کہ آج اگر صحیح اسلامی لٹریچر کی تلاش کرو تو اسی مجدد کی جماعت میں ملے گا۔ میں معترضین کو کہتا ہوں کہ تم پہلے تمام مجددین کو لے لو اور دکھاؤ کہ ان میں سے کسی مجدد کے علم کی فیض رسانی اس قدر وسیع پیمانہ پر ہوئی، جس قدر وسیع پیمانہ پر حضرت مرزا صاحب کے علم کی ہوئی؟ لیکن جو لوگ خود بے علم اور کور چشم ہوں، ان کو کیا نظر آ سکتا ہے؟ سورج کی روشنی سے چمگادڑ محروم رہتی ہے، لیکن اس میں سورج کا کوئی قصور نہیں ہے۔

نوجوانانِ جماعت سے خطاب:

میں آپ لوگوں سے بھی کہتا ہوں، بالخصوص اپنے نوجوانوں سے کہ آپ اس علم کے حامل بن جائیں، جو مجدّد وقت لائے۔ خوب یاد رکھو پرانی کتابوں پر (الہامی کتابوں کو چھوڑ کر) کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ ہر زمانہ کی ضروریات نئی ہوتی ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر اتنی علمی استعداد اور قوت پیدا کریں۔ تاکہ آپ ضروریات زمانہ سے عہدہ بر آ ہو سکیں۔ (پیغام صلح ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء)

(فہرست مضامین)۔

وقتِ مسیحا

جہانِ ہوش میں لایا ہوں میں وہ پیمانے ۔
ترس رہے تھے جنہیں مدتوں سے میخانے
ہوائے شوق و خود آگہی کے بغیر ۔
چمن اُداس تھے اہل چمن تھے انجانے
سکوں تلاش تھے کم کوش رہبروں کے مزاج۔
جنوں کے نام سے نا آشنا تھے ویرانے
فقیہہ شہر بھٹکتا تھا خانقاہوں میں ۔
کہ جس کو دیکھ کے بُت بھی لگے تھے شرمانے
چراغ ان کلیسہ کی لو بڑھانے کو ۔
بٹھایا عرش پہ عیسیٰؑ کو جا کے علماء نے
یہ وقت تھا ’وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت۔
یہ اور بات ہے کم لوگ اس کو پہچانے

(کلام علوی)

(فہرست مضامین)

فرق

شاہد عزیز

مندرجہ بالا خطبہ میں حضرت مولانا محمد علیؒ فرماتے ہیں: جو وطیرہ کبھی عیسائیوں نے اسلام کے خلاف اختیار کیا تھا، وہی آج ان معترضین نے احمدیت کے خلاف اختیار کر رکھا تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ لوگ اب سنبھل جائیں گے، یا ہمیں بھی اُن کی اصلاح کے لئے وہی ہتھیار اختیار کرنا پڑے گا'۔

اِس سوال کا جواب وقت نے دے دیا ہے! وہ یہ ہے کہ ہمارے معترضین کبھی بھی نہیں سنبھلیں گے اور ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے جو سبق دیا تھا اُس پر عمل کرنا پڑے گا۔ جس کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ انگریزوں سے جنگ جہاد نہیں صرف ایک دنیاوی لڑائی ہے۔ اِس مضمون میں ہم اُن وجوہات میں نہیں جاتے جو حضرت صاحب نے اِس بارے میں دیں۔ حضرت صاحب نے اپنی کتاب 'گورنمنٹ انگریزی اور جہاد' میں اِس پر مفصل بحث کی ہے اور بطور اصول یہ چیز پیش کی ہے۔ یہ آپ خود پڑھ سکتے ہیں۔ یہاں ہم معترضین کے اعمال آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

انگلستان، اور دیگر مغربی ممالک میں شہریت کا جو قانون نافذ ہے اُس کے تحت شہریت لینے کے قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد، شہریت کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے درخواست کنندہ کو قرآن پر ہاتھ رکھ کر وفاداری کا حلف اُٹھانا پڑتا ہے۔ انگلستان کے حلف کے الفاظ کا ترجمہ ہے کہ میں (فلاں) ملکہ برطانیہ اور اُن کے جانشینوں کا وفادار رہوں گا!۔ جج بننے کے لئے بھی اِس سے ملتا جُلتا حلف اُٹھانا پڑتا ہے۔ پارلیمنٹ کے ممبران کو بھی یہی حلف اُٹھانا پڑتا ہے۔ آج کل بہت سے مسلمان برطانوی فوج میں شامل ہو رہے ہیں۔ جو حلف وہ اُٹھاتے تھے اُس الفاظ میں یہ بھی شامل ہیں کہ درخواست کنندہ ملکہ اور اُن وارثوں کا دفاع کرے گا اور اُن کا ہر حکم مانے گا۔ یعنی یہ لوگ قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم اُٹھا رہے ہیں کہ اگر برطانیہ کی ملکہ اُنہیں مکہ شریف پر حملہ کرنے کا حکم دے، تو یہ احباب مکہ شریف پر حملہ بھی کر دیں گے۔

انگلستان میں شہریت لینے والے تمام اہلسنت نے ملکہ برطانیہ کی وفاداری کی قسم کھائی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا انہوں نے قرآن پر ہاتھ رکھ کر جھوٹی قسم کھائی یا وہ ملکہ برطانیہ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے؟ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں بھی جو ہندوستانی برٹش انڈین آرمی میں شامل ہونا چاہتا اُسے بھی وفاداری کا حلف اُٹھانا پڑتا تھا۔ مجھے علم نہیں کہ کوئی احمدی اُس وقت فوج میں شامل ہوا ہو لیکن اہل سُنت تو جوج در جوج برطانوی فوج میں شامل ہوئے اور شاہ اور ملکہ برطانیہ کی وفاداری کی قسمیں اُٹھاتے تھے۔

برطانوی فوج کے جن یونٹوں نے افغانستان اور عراق پر حملہ کیا اُن میں مسلمان بھی شامل تھے۔ میں خود ہورسل کامن کی تقریبات میں اِن میں کچھ سے مِل چکا ہوں۔ وہ بڑے فخر سے اپنی چھاتیوں پر خدمات کے لئے ملے تمغات سجائے تھے۔ وہ خدمات کیا تھیں؟ وہ خدمات افغانستان اور عراق میں مسلمانوں کو مارنا اور اُن ملکوں کو تباہ کرنا تھیں۔ ووکنگ مسجد میں اِن دستوں کی واپسی پر اعزازیہ دعوتیں دی گئیں اور خدا کا شُکر ادا کیا گیا کہ ہمارے جوان خیر خیریت سے واپس آ گئے۔

انگلستان ہی نہیں، سارے مغربی ممالک کا قانون ہے کہ رہنا ہے تو ہماری حکومت کی اطاعت اور وفاداری کا حلف اُٹھاؤ۔ اور عوام سے بڑھ کر مولانا حضرات وفاداری کی قسمیں کھاتے ہیں! یہ ہے فرق ایک مامُور مِن اللہ اور دنیاوی علماء میں۔ مامور دنیاوی فائدہ نہیں دیکھتا لیکن علماءِ سُو دنیاوی فائدے کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتے ہیں۔ (فہرست مضامین)